خالد مسعود خان

روشن خیال نظام تعلیم کی ایک جھلک

کیا اس بات پر یقین کیا جا سکتا ہے کہ یہ باتیں محض اتفاق سے پے در پے وقوع پذیر ہو رہی ہیں؟ اگر یہ واقعتاً محض اتفاق ہی ہے تو ان اتفاقات کا اندراج گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں ہونا چاہیے۔ سیکنڈری کلاسز کے کورس سے سورۂ توبہ نکال دی گئی۔ یہ قرآن مجید کی واحد سورہ ہے' جس کے آغاز میں ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خداوند کریم اس سورہ میں کفار اور غیر مسلموں بارے اپنے غیض وغضب کا شدید اظہار کرتا ہے اور ان کے ساتھ سختی کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ مشرکوں بارے عتاب الٰہی سے بھرپور یہ سورہ درسی کتب سے نکال دی گئی۔

پھر ایک این جی او کے ذریعے بنوائی گئی ایک رپورٹ میں یہ سفارشات پیش کی گئیں کہ دوقومی نظریہ نفرت کی علامت ہے۔ محمد بن قاسم نے چوری چھپے حملہ کر کے دھرتی کے بیٹے راجہ داہر جیسے بے ضرر انسان کو حکومت سے بے دخل کیا اور قتل کر دیا۔ انگریزی سامراج کے خلاف حصے نصاب سے خارج کیے جائیں۔ میجر طفیل' راجہ عزیز بھٹی' راشد منہاس اور دیگر نشان حیدر حاصل کرنے والے افراد کا تذکرہ نصاب سے نکالا جائے' کیونکہ اس سے ہندوؤں کے خلاف نفرت پیدا ہوتی ہے۔ تحریک پاکستان کے باب میں سے ہندوؤں اور سکھوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے قتل عام کو حذف کر دیا جائے' کیونکہ اس سے نئی نسل کے دل میں ہندوؤں اور سکھوں بارے بے جا نفرت پیدا ہو رہی ہے۔ محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری جیسے حکمرانوں کا ذکر بھی اس نفرت کو ہوا دیتا ہے۔ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان دوستی کا معاہدہ تھا اور آپس میں بڑے خوشگوار تعلقات تھے اور مسلم اور یہودی اسلامی ریاست کے شہری بن گئے اور اسی طرح کی اور بے شمار گمراہ کن تجاویز دی گئیں' جسے اس وقت کی وزیر تعلیم زبیدہ جلال کی مکمل تائید حاصل تھی۔ اسی بنا پر امریکی حکومت انہیں ''ونڈرفل لیڈی منسٹر'' کے طور پر یاد کرتی ہے۔

پھر یہ بھی محض اتفاق ہے کہ شناختی کارڈ کے فارم سے مذہب کا خانہ اور ختم نبوت بارے حلف نامہ ختم کرنے کی کوشش کی گئی' تاہم اس سلسلے میں متوقع عوامی احتجاج کے خوف سے دوبارہ یہ حلف نامہ شناختی کارڈ کے فارم میں شامل کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد پاسپورٹ سے مذہب کا خانہ ختم کر دیا گیا اور اب اسے دوبارہ شامل کرنے کے مطالبے کے بعد اس پر ایک کمیٹی بنا دی گئی ہے' جو خدا جانے کن بنیادوں پر اس بارے اپنا فیصلہ سنائے گی' کیونکہ یہ کمیٹی اس بارے کسی قسم کی عوامی رائے جاننے کی نہ تو کوئی کوشش کر رہی ہے اور نہ ان کا ایسا کوئی ارادہ ہے۔ تاہم بدنیتی واضح کرنے کے لیے کمیٹی کے ارکان

کی سلیکشن ہی کافی ہے‘ کیونکہ اس قائم کردہ کمیٹی سے مذہب کے خانے کی دوبارہ پاسپورٹ میں شمولیت کی امید نہیں کی جاسکتی۔

گزشتہ تین برسوں کے دوران امریکی دانشوروں‘ ایجنسیوں اور تھنک ٹینکس نے مسلم دنیا بارے جتنی بھی رپوٹیں جاری کی ہیں‘ ان میں مسلمان ملکوں کے نظامِ تعلیم کو بنیادی ہدف بنانے کی سفارش کی گئی ہے۔ عراق پر قبضے سے ایک سال پیشتر جون ۲۰۰۲ء میں عراقیوں کے لیے امریکہ نے درسی کتب تیار کرلی تھیں اور ۱۰/اپریل ۲۰۰۴ء کو بغداد پر کنٹرول حاصل کرنے کے آدھے گھنٹے بعد امریکہ نے عراق کے لیے جاری کی جانے والی سب سے پہلی امداد عراقی نظامِ تعلیم سے منسوب کی تھی۔

اب یہ بھی محض اتفاق ہے کہ پاکستان کے تعلیمی اداروں کو بتدریج آغا خان امتحانی بورڈ کے حوالے کرنے کی سازش پر باقاعدہ عملدرآمد شروع ہو چکا ہے اور پہلے مرحلے پر غیر سرکاری سکولوں کو اس امتحانی بورڈ سے وابستہ کیا جارہا ہے ہماری شرح خواندگی جو پہلے ہی بوجہ غربت دنیا میں انتہائی نچلی سطح والے ملکوں کے برابر ہے‘ گزشتہ چند برسوں سے سیلف فنانس‘ سیلف سپورٹ اور لوٹ مار کے بے شمار اعلیٰ تعلیم کے دعویدار پرائیویٹ اور سفید پوش خاندانوں کے چشم و چراغوں کو زندگی بہتر بنانے کی دوڑ سے باہر نکال دیا ہے۔ اس کی ایک مثال آغا خان میڈیکل کالج ہے‘ جس کی سالانہ فیس علاوہ ہوسٹل اخراجات ساڑھے تین لاکھ سے زائد ہے۔ بہتر اور اعلیٰ تعلیم کی فراہمی کے دعویداروں کو شاید یہ علم نہیں کہ ملک کی آبادی کی اکثریت براہِ راست فیسوں سے متاثر ہونے والی کلاس سے تعلق رکھتی ہے۔

اس وقت ملک میں قائم سرکاری تعلیمی بورڈ طالب علم کی رجسٹریشن کی فیس مبلغ تین سو روپے وصول کرتا ہے‘ جبکہ آغا خان بورڈ میں یہی رجسٹریشن تین ہزار آٹھ سو روپے فی طالب علم یعنی سرکاری بورڈ سے ساڑھے بارہ گنا سے بھی زائد وصول کی جائے گی۔ موجودہ تعلیمی بورڈوں میں میٹرک کی امتحانی فیس تقریباً سات سو روپے اور انٹرمیڈیٹ کے لیے نوسو روپے ہے‘ جبکہ آغا خان بورڈ کی امتحانی فیسوں کا تناسب بھی تقریباً یہی ہے‘ جو رجسٹریشن کا ہے۔ اسی طرح ڈی ریگولیشن کے محبوب تصور کے تحت درسی کتب بے پناہ مہنگی ہوجائیں گی اور طلبہ یہ کتابیں خریدنے پر مجبور ہوں گے‘ کیونکہ آغا خان بورڈ کے الحاق کے شرائط نامے کی شق 3.3 کے مطابق ”سکول لازماً اسی قومی نصاب کو اختیار کریں گے‘ جسے آغا خان یونیورسٹی بورڈ جاری کرے گا“ یعنی نصاب کا تعین اور انتخاب آغا خان بورڈ کی صوابدید پر ہوگا۔

آغا خان امتحانی بورڈ کے ڈائریکٹر تھامس کریسٹی جو برطانوی نژاد انگریز اور مانچسٹر یونیورسٹی کے سابق ڈین ہیں اور ان کے ہمراہ یونیورسٹی کے فرنٹ مین مسٹر شمس قاسم لاکھا ہیں۔ ۱۳/اگست ۲۰۰۳ء میں امریکی ادارے یونائیٹڈ سٹیٹس ایجنسی فار انٹرنیشنل ڈویلپمنٹ (USAID) نے آغا خان یونیورسٹی سے کراچی میں ایک معاہدہ کیا‘ جس پر اس وقت کی پاکستان میں امریکی سفیر نینسی پاول اور آغا خان یونیورسٹی کے نمائندے شمس قاسم لاکھا نے دستخط کیے۔ اس تقریب میں اس

وقت کی وفاقی وزیر تعلیم زبیدہ جلال صاحبہ (امریکی حکومت کی جانب سے قرار دی گئی ''ونڈر فل لیڈی منسٹر'') اور سندھ کے وزیر تعلیم عرفان اللہ مروت بطور سرکاری گواہ موجود تھے اور اس معاہدے کے تحت حکومت امریکہ نے آغا خان یونیورسٹی کو اپنے امتحانی بورڈ کی تعمیر و ترقی کے لیے ۴۵۰ لاکھ ڈالر عطا کیے اور ساتھ ہی یہ مژدہ بھی سنایا کہ جب تک یہ بورڈ اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو جاتا، اسے امداد دی جاتی رہے گی۔

ایک زمانہ تھا طلبہ ایسی باتوں پر احتجاج کرتے تھے، لیکن اب یہ عالم ہے کہ مجموعی بے حسی کے عالم میں ملکی نظام تعلیم بتدریج امریکی پالیسیوں کے عین مطابق مغربی ایجنڈے کو سامنے رکھ کر تبدیل کیا، بلکہ برباد کیا جا رہا ہے اور طلبہ اساتذہ اور سب سے زیادہ متاثر ہونے والا فریق والدین بھی خاموش ہیں۔ لے دے کر اس بے حس اور ہر معاملے سے لاتعلق معاشرے میں طلبہ کا ایک گروہ اسلامی جمعیت طلبہ ہے، جو قومی تعلیمی نظام، جو پہلے ہی خاصا برباد شدہ ہے، کو مزید برباد ہونے سے بچانے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ تاہم معاشرے کی مجموعی بے حسی اور حکمرانوں کی یکطرفہ سوچ کے باعث ان کی صدائے بازگشت بھی نقار خانے میں طوطی کی آواز بن کر رہ گئی ہے۔ خدا تعالیٰ ان نوجوانوں کو ہمت، حوصلہ اور اجر عظیم عطا کرے کہ وہ اس مردہ معاشرے میں اپنی موجودگی کے ذریعے زندگی کی رمق کا احساس دلا رہے ہیں۔

صدر پاکستان نے ۱۴؍ اکتوبر ۱۹۹۹ء کے ہنگامی حالات کے نفاذ کے حکم اور عبوری دستور کے حکم نمبر ۹-۱۹۹۹ء کے تحت حاصل اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے ایک آرڈیننس جاری کیا، جس کے مطابق یہ آرڈیننس ''آغا خان یونیورسٹی ایگزامینیشن بورڈ ۲۰۰۲ء'' کے نام سے جاری ہوا۔ اس کے آرٹیکل نمبر ۶ کے مطابق ''امتحانی بورڈ کو معقول حد تک فیسیں عائد کرنے کا اختیار ہوگا (یہ معقول فیسیں سرکاری قائم کردہ امتحانی بورڈوں سے ساڑھے بارہ گنا زائد ہیں)۔ آرٹیکل نمبر ۸ کے مطابق اس آرڈیننس کے تحت نیک نیتی سے کیے گئے تمام کام کسی عدالتی دعووں اور قانونی کارروائیوں سے محفوظ ہوں گے۔

آغا خان بورڈ جیسے امریکی ایجنڈے پر کام کرنے والے تعلیمی ادارے پاکستانی معاشرے کو کس جانب لے جانا چاہتے ہیں، اس کا اندازہ کرنے کے لیے آغا خان ایجوکیشن سروس پاکستان کی جانب سے کلاس نہم سے گیارہویں جماعت تک کے طلبہ و طالبات کے ''بالغانہ صحت کے سروے'' کے لیے مرتب کردہ سوالنامہ میرے سامنے ہے اور میں گزشتہ کئی روز سے اس شش و پنج میں تھا کہ اس سروے کے سوالنامے کو اخبار میں چھاپا جا سکتا ہے؟ پھر مجھے خیال آیا کہ جو سوالات نویں، دسویں اور گیارہویں جماعت کے طلبہ و طالبات سے پوچھے جا سکتے ہیں، وہ بھلا ان کے والدین اخبار کے ذریعے کیوں نہیں پڑھ سکتے؟ خاص طور پر ''روشن خیال'' پاکستان میں تو ان سوالات کا باقاعدہ جواز پیدا ہوتا ہے۔ سروے فارم کے چند سوالات درج ذیل ہیں۔ والدین اندازہ خود کریں کہ ہمارا آئندہ کا تعلیمی نظام کن ہاتھوں میں دیا جا رہا ہے۔

☆ آپ کے خیال میں پاکستان میں ایڈز کا سب سے خطرناک ذریعہ کون ہے؟

O (ا) غیر محفوظ جنسی تعلقات (کمرشل ورکر، ایک سے زیادہ جنسی تعلقات

(۲) مرد سے مرد کا جنسی تعلق، وغیرہ۔ (ص۹)

☆ آپ خود کو کس طرح ایڈز سے متاثر ہونے سے بچا سکتے ہیں؟

O (ا) محدود جنسی تعلقات قائم رکھنے سے

(۲) کمرشل جنسی ورکر سے گریز

(۳) حکیمی جڑی بوٹیوں کے استعمال سے، وغیرہ۔ (ص۱۰)

☆ مندرجہ ذیل جملوں میں سب سے زیادہ اہمیت کون سے جملے رکھتے ہیں؟

O (ا) اپنی مرضی سے زندگی گزارنا

(۲) اپنا ہمسفر خود چننا

(۳) شادی اور بچے وغیرہ۔ (ص۲۲)

☆ ان میں سے کون سی چیزیں آپ نے پچھلے چھ مہینوں سے کی ہیں؟

O (ا) والدین سے جھوٹ بولنا

(۲) مزے کے لیے سکول سے فرار ہوئے

(۳) دکان سے چرا کے بھاگے

(۴) گھر سے بھاگے/دوستوں کے بہکاوے میں آکر غلط کام کیا

(۵) شراب پی، وغیرہ۔ (ص۲۲،۲۳)

☆ کیا آپ دوستوں سے گرل فرینڈ/بوائے فرینڈ رکھنے کی خواہش کا اظہار کر سکتے ہیں؟

O (ا) جی ہاں، (۲) بالکل نہیں، (۳) میں کر سکتا ہوں، وغیرہ۔ (ص۲۳)

☆ کیا آپ نے کبھی جنسی تعلقات استوار کیے؟

O (ا) ہاں، (۲) نہیں۔ (ص۲۳)

☆ اگر ہاں، تو پہلی بار جنسی تعلقات استوار کرتے وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟

O (ا) تیرہ سال سے کم عمر میں (۲) تیرہ سال کی عمر میں (۳) چودہ سال کی عمر میں (۴) پندرہ سال کی عمر میں،

(۵) سولہ سال کی عمر میں، (۶) سترہ سال یا اس سے زیادہ کی عمر میں، وغیرہ۔ (ص۲۳)

☆ جو آپ درست سمجھتے ہیں ان پر صحیح کا نشان لگائیں۔

O (۱) میں اپنی جنسی اقدار اور عقیدوں کی وجہ سے پریشان ہوں

(۲) میں نے کبھی بھی کسی سے جنسی تعلقات نہیں رکھے

(۳) میرے گرل/بوائے فرینڈ کے ساتھ جنسی تعلقات ہیں

(۴) میں اپنے جنسی رویے پر شرمندگی محسوس کرتا ہوں

(۵) میرے جنسی تعلقات کی وجہ سے میرے دوست حسد کرتے ہیں۔ (ص ۲۴)

☆ کیا آپ شراب پیتے ہیں؟

O (۱) ہاں میں پیتا/پیتی ہوں

(۲) نہیں! میں نہیں پیتا/پیتی ہوں

(۳) کبھی کبھار پیتا/پیتی ہوں۔ (ص ۲۷)

☆ ہمارے معاشرے میں اخلاقی اقدار اور اصولوں کو بہت اہمیت حاصل ہے، آپ کے خیال میں کیا ایک لڑکی کا شادی سے پہلے جنسی تعلقات رکھنا جائز ہے؟

O (۱) اخلاقی طور پر غلط ہے۔ (۲) بالکل غلط نہیں۔ (۳) میں نہیں جانتا۔ (ص ۲۸)

☆ آپ جن کو درست سمجھتے ہیں، ان پر نشان لگائیے۔

O (۱) میرے دوست جی بھر کر تمام قسم کے جنسی تعلقات میں حصہ لیتے ہیں۔

(۲) میں وہ کرنا چاہتا ہوں، جو میرے دوست کرتے ہیں۔

(۳) دو محبت کرنے والوں کے لیے شادی سے پہلے جنسی تعلقات ٹھیک ہیں۔ (ص ۲۸)

مجھے کچھ خاص یقین نہیں کہ میرے درج بالا سوالات اخبار میں چھپ جائیں گے۔ اگر یہ سوالات چھپ جائیں تو قارئین سے درخواست ہے کہ وہ آج کا اخبار بچوں کے ہاتھ نہ آنے دیں۔ (سرکاری سطح پر قرار دیا گیا ''روشن خیال پاکستان'' اندر سے ابھی تک قدامت پسند ہے) میں ان سوالات کو لکھتے ہوئے بھی شرمندگی محسوس کر رہا تھا، لیکن ان معاملات کو عوام خصوصاً والدین کے سامنے آنا چاہیے، تاکہ انہیں پتہ چلے کہ حالات کدھر جا رہے ہیں۔ حکمران ملک کی معاشرت کو کدھر دھکیل رہے ہیں اور ''روشن خیالی'' کا خبط ہمیں کہاں لے جا رہا ہے۔ یہ آئندہ کے روشن خیال تعلیمی نظام کی صرف ایک جھلک تھی۔

(مطبوعہ: ''خبریں''۔ ۱۹/جنوری ۲۰۰۵ء)